دیوانِ غالب 'نسخۂ خواجہ' - مباحث کا جائزہ

ڈاکٹر محمد ساجد خان*

Abstract:

The given paper is about "Diwan-e-Ghalib" Nuskha Khawaja ki Tadveen" by sayyid moin-ur-Rehman. It addresses the following points:

1. An introduction to Khawaja's manuscript of Diwan-e-Ghalib.
2. Analysis of controversies with the re emergence of Khawaja's manuscript in the literary world.
3. A detailed analysis of the editing done in khawaja's manuscript.
4. A brief overview of arguments for and against the editing in Khaaja's manuscript.
5. Discussion and results.

تدوین، تحقیق کے میدان کا سب سے موثر وسیلہ ہے۔ تدوین کو بعض اوقات تحقیق سے الگ کر کے دیکھا جاتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان دونوں کا ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ تدوین بنیادی طور پر مختلف فن پاروں کو ان کے درست متن کی صورت میں قارئین کے سامنے لانے کا نام ہے۔ تدوین متن، تحقیق کے میدان کا سب سے مشکل اور ذوقی کام ہے کیونکہ اس کے بغیر قارئین تک صحیح متون خصوصاً کلاسیکی ادب کے متون کی فراہمی ناممکن ہے اسی وجہ سے دنیا بھر کی زبانوں میں تدوین کا کام بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

تدوین کی اہمیت کے حوالے سے عبدالرزاق قریشی ایس۔ ایم۔ کاترے کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''کسی مخطوطہ کو مرتب کرنے کا مقصد اصل افکار، انداز تحریر، اور زبان تک پہنچنا ہے۔ یعنی ایک صحیح نسخہ تیار کرنا ہے۔''(۱)

بلاشبہ طبع شدہ متن اور غیر طبع شدہ متن کی تدوین مختلف نوعیت کے کام ہیں۔ مگر دونوں کی اہمیت بھی مسلم ہے اور طریقہ کار بھی، اسی طرح سے شاعری اور نثر کے متن کی تدوین بھی الگ الگ طریقہ کار سے سرانجام پاتی ہے۔

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

نسخہ جس قدر قدیم ہوگا۔ تدوین کا کام اسی قدر مشکل ہو جاتا ہے وہ تمام وسائل جو تدوین کے سلسلے میں ضروری ہیں ایک مدوّن کی ان تک رسائی بہت ضروری ہے۔ تدوین کے سلسلے میں تین اہم مراحل آتے ہیں۔

۱۔ انکشافِ متن

۲۔ تنقیدِ متن

۳۔ تصحیحِ متن

یہ تینوں مراحل اپنی نوعیت کے حوالے سے خاص ضروریات اور وسائل کے طلب گار ہیں ان میں سے کسی ایک مرحلے میں بھی کمی بیشی ہو جائے تو تدوین کے معیار پر حرف آتا ہے۔ زیرِ نظر تحریر میں 'دیوانِ غالب نسخہ خواجہ' جو کہ ڈاکٹر سیّد معین الرحمان نے مدون کیا، کے حوالے سے بحث کی جائیگی۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے مذکورہ بالا دیوان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

مرزا غالب اُردو شعر ادب کی یگانہ روزگار شخصیات میں سے ایک ہیں۔ مرزا کا کلام ان کی زندگی میں دیوان (نامکمل) کی صورت چھپتا رہا۔ جس میں وہ وقتاً فوقتاً تراميم و اضافے بھی کرتے رہے۔ یہ دواوین کچھ عوامی ضروریات کے تحت، کچھ اپنی شاعری کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے اور کچھ اپنے مخصوص کرم فرماؤں (جن سے نوازشات کی امید ہو سکتی تھی) کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے تیار ہوتے رہے۔

مذکورہ بالا نسخہ تیسری درجہ بندی سے متعلق ہے:

> ''نسخہ خواجہ' جو اپنے وقت میں بڑے مثالی اہتمام اور کاوش کے ساتھ تیار ہوا۔ اغلب ہے کہ نواب ضیاالدین احمد خان نیر ورخشاں یا کسی شہزادے کے ذخیرے کا گوہر گم گشتہ ہو۔''(۲)

مذکورہ بالا نسخہ کے بارے میں سب سے پہلا تعارف ڈاکٹر سید عبداللہ کا مضمون ہے جو کہ 'ماہِ نو' کراچی کے جولائی ۱۹۵۴ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ بعد ازاں ۱۹۵۸ء میں اس نسخے کا ذکر قاضی عبدالودود نے 'نقوش' ۱۹۵۸ء کے شمارے میں 'متفرقات' کے عنوان سے ایک مضمون میں بھی کیا ہے۔ نسخہ خواجہ سے قبل اس نسخے کی شہرت 'نسخہ لاہور' کے نام سے تھی۔ جہاں تک نسخہ خواجہ اور نسخہ لاہور کے ایک ہونے کا سوال ہے اس سلسلے کی سب سے بڑی حقیقت یہ ہے کہ نسخہ خواجہ ہم سب کے سامنے موجود ہے جبکہ نسخہ لاہور کا صرف تعارف موجود ہے جو کہ ڈاکٹر سید عبداللہ اور قاضی عبدالودود کا تحریر کردہ ہے۔ ڈاکٹر تحسین فراقی نے نسخہ خواجہ کی تدوین کے بعد جو کتاب ''دیوان غالب نسخہ خواجہ اصل حقائق'' کے عنوان سے تحریر کی اُس میں انھوں نے اسی بات پر زور دیا کہ نسخہ خواجہ اور نسخہ لاہور دراصل ایک ہیں اور ان میں جو اختلافات موجود ہیں وہ صرف ڈاکٹر سیّد عبداللہ کی غلط شماری کا نتیجہ ہے اس سلسلے میں تحسین فراقی کی کتاب

سے دو اقتباسات ملاحظہ ہوں:

''میری رائے یہ ہے کہ معین الرحمان صاحب کا پیش کردہ 'یہ گوہرِ گم گشتہ' اور سید عبداللہ کا نشان کردہ 'یہ دُرِ بے بہا' کوئی الگ الگ دو موتی نہیں۔''(۳)

''اس بات کا بھی قوی امکان ہے کہ انھوں نے (سید عبداللہ) مخطوطے کی اشعار شماری کا غیر تخلیقی کام اپنے کسی شاگرد سے لیا ہو۔ اور اس کی فراہم کردہ شماریات پر بھروسہ کر لیا ہو۔''(۴)

ڈاکٹر تحسین فراقی کا موقف یہ کہ نسخہ خواجہ اور نسخہ لاہور دراصل ایک ہی نسخہ ہے اور ڈاکٹر معین الرحمان نے جو اختلاف بتائے ہیں ان میں سے سب سے اہم اشعار کی تعداد ہے اور اس ضمن میں وہ سید عبداللہ کی سہو شماری کا عذر پیش کرتے ہیں۔

اگرچہ ڈاکٹر معین الرحمان نے نسخہ خواجہ اور نسخہ لاہور کو دو مختلف نسخے قرار دیا ہے اور دونوں نسخوں کے درمیان کچھ واضح اور قابل ذکر اختلاف بھی نشاں زد کیے ہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے:

''میرا احساس ہے کہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور میں اردو دیوان غالب کے دو خطی نسخے رہے ہیں ایک وہ جسے قاضی عبدالودود نے دیکھا اور جسے عرشی صاحب نے نسخہ لاہور بتایا اس سے مختلف دوسرا نسخہ وہ تھا جسے ڈاکٹر سید عبداللہ نے متعارف کروایا۔''(۵)

اسی کتابچے سے ایک اور اقتباس دیکھئے:

''خیال ہے کہ ان دونوں نسخوں کی اصل کوئی ایک ہی مسودہ رہا ہو، جس سے ایک ہی کاتب نے ایک ساتھ دو یا زیادہ نقلیں تیار کی ہوں۔ اس لیے دونوں میں بہت سی غلطیاں مشترک ہیں اور یہ کہ یہ کتابت شدہ قلمی نسخے ہیں ان میں کہیں کہیں باہم فرق بھی ہو گیا ہے۔ جسے بشری اور فطری سہو خیال کرنا چاہیے۔''(۶)

اس تمام بحث کا نچوڑ یہ ہے کہ ڈاکٹر تحسین فراقی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ نسخہ خواجہ وہی نسخہ ہے جس کا تعارف ۱۹۵۴ء میں سید عبداللہ نے کروایا تھا اور جو پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی ملکیت تھا۔ جو بعد ازاں پنجاب یونیورسٹی سے غائب ہو گیا۔ انہیں شک ہے کہ غائب شدہ نسخہ ڈاکٹر معین الرحمان کی ملکیت میں پہنچا۔ ڈاکٹر معین الرحمان نے اس نسخے کی دستیابی کا جو احوال بتایا ہے اُس کا ذکر آئندہ سطور میں ہوگا۔ فی الحال یہ سوال کہ کیا ان دونوں یا تینوں مذکورہ بالا نسخوں کے ایک ہونے یا الگ الگ ہونے سے تحقیق و تدوین کے میدان میں کیا فرق پڑتا ہے۔

بظاہر ان دونوں یا تینوں نسخوں میں اشعار کی تعداد، دو غزلوں کے کم یا زیادہ ہونے اور غالب کے ہاتھ سے کی گئی اصلاح کے فرق کے علاوہ کوئی واضح فرق نہیں ہے اگرچہ مذکورہ بالا اختلافات اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں ایسی صورتحال میں تحقیقی رویہ تو یہ کہتا ہے کہ چونکہ نسخہ ایک ہی دستیاب ہے جو کہ ڈاکٹر معین الرحمان نے مدون کر دیا لہٰذا

ان کے پیش کردہ دو اختلافات اشعار کی تعداد اور غزلوں کا کم زیادہ ہونا زیادہ وقیع ہیں۔ اگرچہ ان دونوں اختلافات کی وضاحت بھی ڈاکٹر تحسین فراقی نے کردی ہے۔ مگر اُن کے پاس 'نسخہ لاہور' موجود نہیں ہے اور ایک لحاظ سے ہو بھی نہیں سکتا کیوں کہ ان کا تو یقین ہے کہ نسخہ ایک ہے اور نام دو، مگر اصل متن کے بغیر تحقیق کے میدان میں اپنی بات ثابت کرنا مشکل ہے۔ ویسے بھی اب 'نسخہ خواجہ' مخطوط کی حالت میں پنجاب یونیورسٹی کو واپس مل چکا ہے لہٰذا اس قضیئے کی شدت کو کم ہو جانا چاہیے۔

اس بحث کا دوسرا نکتہ نسخۂ لاہور یا نسخۂ خواجہ کی دستیابی ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر تحسین فراقی کے شک کا حوالہ پہلے ہی دیا جا چکا۔ ڈاکٹر معین الرحمان نے نسخے کی دستیابی کا سہرا انارکلی کے پرانی کتابوں کے تاجر کے سر باندھا ہے۔ بظاہر ان کی اس بات کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یا تو ڈاکٹر معین الرحمان کی زندگی میں کچھ لوگ اس بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے تو شائد کچھ مختلف نتائج سامنے آتے۔ اب تو یہ معاملہ طے ہو چکا، کہ ڈاکٹر معین الرحمان نے نسخے کی دستیابی کا جو وسیلہ بیان کیا، اس کو ہی معتبر مانا جائے اگر اس بیان کے اختلاف میں کسی کے پاس کوئی واضح ثبوت ہے، تو وہ سامنے لا کر اس قضیئے کو نیا رُخ دے سکتا ہے۔ اسی حوالے سے مختصراً یہ ذکر بھی ہو جائے کے دیوانِ غالب کے آخر میں فتح دین یا فتے دین نام کی چیپی کا جھگڑا بھی ہے۔ اس میں بھی ڈاکٹر معین الرحمان نے وضاحت کر دی کہ وہ اُس نسخے کی دستیابی کے وقت نسخے کے آخر میں چسپاں تھی۔ یہ امر بہر حال حوصلہ افزا ہے کہ غالب کا وہ دیوان جو مخطوطے کی شکل میں تھا۔ اب عام قارئین کے لیے دستیاب ہے۔

اب آیئے نسخۂ خواجہ کی تدوین کر طرف ڈاکٹر معین الرحمان پاکستان میں غالبیات کے اہم ماہرین میں سے ایک ہیں ان کو اس سلسلے میں کچھ امتیازات بھی حاصل ہیں اور وہ خود کو غالب کا پرستار بھی کہتے ہیں۔ انھوں نے غالب پر مختلف کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن کی تعداد تقریباً بیس ہے۔ وہ تحقیق و تنقید کے میدان سے ایک عرصے سے وابستہ رہے ہیں مگر تدوینِ متن کا یہ پہلا کام ہے جو سامنے آیا ہے اس سے قبل ڈاکٹر معین الرحمان نے تدوین کا کام نہیں کیا۔

دیوانِ غالب کی تدوین بلاشبہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ تدوین کرتے ہوئے وہ سارے سوالات، جو کہ نسخہ کے شائع ہونے کے بعد منظر عام پر آتے تھے وہ ان کے ذہن میں ہونگے۔ مدون کی خصوصیات یا بنیادی ضروریات کے حوالے سے ڈاکٹر گیان چند جین لکھتے ہیں:

> ''جس مصنف کے متن کی تدوین کی جائے، پہلے اس کے بارے میں جملہ مواد سے آگہی بہم پہنچا لینی چاہیے۔ مصنف کی جملہ تحریروں کو دیکھئے اور اس سے متعلق جو کتابیں اور مضامین ملتے ہیں۔ انھیں جانیے ۔۔۔۔۔۔ اس دور کے تاریخی اور سماجی ماحول کو گرفت میں لایئے۔ اس دور کے معاصر اُردو ادب پر بھی آپ کی نظر ہونی چاہیے۔'' (۷)

اگر چہ اس اقتباس میں گیان چند تمام تحریروں کے مطالعے کے حوالے سے کچھ زیادہ لکھ گئے ہیں مگر بہت حد تک ان کی تجویز کردہ شرائط درست ہیں۔ شاعری اور نثر کی تدوین کے حوالے سے گیان چند کا ہی ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو:

''منظومات کے مدون کو مجموعے کی مختلف اصناف کی ہیئتی خصوصیات اور معنوی روایات سے واقفیت ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ عروض کی واقفیت بھی ناگزیر ہے۔''(۸)

ڈاکٹر معین الرحمان پر اس نسخے کی تدوین کے حوالے سے جہاں دیگر اعتراضات اٹھائے گئے، وہیں پر شاعری سے عدم واقفیت کا اعتراض بھی کیا گیا۔ معین الرحمان کی 'طبع موزوں' پر اعتراض اٹھاتے ہوئے ڈاکٹر تحسین فراقی رقمطراز ہیں:

''معین الرحمان صاحب کے ساتھ مشکل یہ ہے کہ وہ موزوں طبع نہیں ایسا شخص جو مصرع وزن میں نہ پڑھ سکتا ہو، اسے کم از کم تدوینِ متن شعر سے حتی الوسع گریز کرنا چاہیے۔''(۹)

اس اعتراض پر بہت سی بحث بھی ہوئی جو کہ اس نسخے کی اشاعت کے بعد اس کے حق اور مخالفت میں شائع ہونیوالی کتب میں محفوظ ہے۔ ڈاکٹر معین الرحمان برس ہا برس تک اُردو کی تدریس سے وابستہ رہے اور یقیناً شاعری کی تدریس سے بھی وابستہ رہے، انھوں نے غالب جیسے شاعر پر پی ایچ۔ ڈی۔ کا مقالہ بھی لکھا۔ اسی وجہ سے ان کی وابستگی غالب سے ہوئی یقیناً وہ شاعری اور غالب کی شاعری سے بہت حد تک واقف تھے۔ غالب سے اپنی وابستگی کے حوالے سے معین الرحمان رقمطراز ہیں:

''غالب میری کمزوری بھی ہے اور قوت بھی۔ غالب پر میں جو کچھ کر، کرا سکا اس سے مطمئن نہیں۔ لیکن کچھ ایسا شرمندہ بھی نہیں ہوں۔ ناتمامیاں، میری بے بضاعتی کا نتیجہ اور کامرانیاں اپنے بزرگوں کی توجہات کا انعام ہیں۔''(۱۰)

مذکورہ بالا اعتراض کے حوالے سے مزید بحث کا رِلا حاصل ہوگا۔

ڈاکٹر معین الرحمان مذکورہ تدوین کا کام طویل عرصے تک کرتے رہے، اس کا ذکر انھوں نے 'نسخۂ خواجہ' کے مقدمے میں کر دیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے اس کام پر بہت زیادہ توجہ دی کیوں کہ ان کو اپنے اس کام کے منظرِ عام پر آنے کے بعد اٹھنے والے طوفان کا اندازہ تھا، یا پھر وہ ایک ذہین اور فطین، محقق و مدون کی طرح اپنا فریضہ سرانجام دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے تدوین کے دوران پیش آنے والی مشکلات و مراحل کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ انھوں نے تدوین کرتے ہوئے تدوین کی تمام بنیادی باتوں کا خیال رکھا ہے۔ اور اپنے ہر عمل کی وضاحت مقدمے میں کر دی ہے۔ 'نسخہ خواجہ' کی کتابت سے لے کر 'نسخہ خواجہ' کی ملکیت تک جتنے بھی اہم مراحلِ تدوین

تھے، ان کا ذکر تفصیل سے 'مقدمہ' میں ملتا ہے۔ مقدمہ میں پیش کیے گئے اصولوں کے تحت ہی نسخہ خواجہ کی تدوین کی گئی ہے۔ اس نسخے کی اصلاح غالب نے اپنے قلم سے کی تھی۔ غالب کے قلم سے کی گئی تمام ترمیم یا تنسیخ کی تفصیل مدون نے مقدمے میں درج کر دی ہے۔ غالب کی تصحیح کے باوجود بھی نسخے ہیں جہاں اغلاط ہیں۔ اُن کی نشاندہی بھی مقدمہ میں کر دی گئی ہے۔ کاتب کی طرف سے مختلف علامتوں نقاط، اور کشش وغیرہ کا مختلف انداز سے کئے گئے التزام کو بھی مقدمے میں واضح کر دیا گیا ہے۔ مقدمے میں نسخہ خواجہ اور نسخہ لاہور'' کی مماثلتوں اور تضادات پر بھی کھل کر بحث کی گئی ہے۔ نسخے کی تدوین کے دوران جن اشخاص لائبریریوں اور کتب سے استفادہ کیا گیا، ان کا بھی مقدمے میں تفصیل سے مذکور ہے۔ غالب کے مختلف نسخے مختلف اوقات میں مختلف تدوین کاروں سے تدوین ہوئے اُن کا ذکر بھی مختصراً مقدمہ میں موجود ہیں۔ نسخہ خواجہ میں پہلی بار شامل ۳۰ غزلوں کے سن تحریر کے بارے میں بھی بحث مقدمہ میں دی گئی ہے۔

'نسخہ خواجہ' کی تزئین و آرائش تقریظ (فارسی) تعداد غزلیات، قصائد، قطعات، و منجملہ اشعار اور اختتامیہ کے متعلق بھی مکمل وضاحت کی دی گئی ہے۔ فارسی تقریظ کا اُردو ترجمہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس ترجمے پر بھی اعتراضات کیے گئے اب آجایئے اس نسخے کی تدوین کی طرف۔ اس سلسلے میں پہلے مختلف اعتراضات دیکھ لیتے ہیں، چند اعتراضات کو پیش کیا جا رہا ہے۔ جن کو ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنی تصنیف میں نشان زد کیا ہے۔

i۔ تدوین عجلت میں کی گئی ہے۔

ii۔ متن کو درست انداز میں نہیں پڑھا گیا۔

iii۔ پیش رو تدوین کے کاموں سے استفادہ کیا گیا مگر پھر بھی ٹھوکر کھائی۔

iv۔ موزوں طبع نہیں ہے۔

v۔ نسخہ عرشی کی اندادھند تقلید سے تدوین کے تقاضے مجروح ہوئے۔

vi۔ نثری متن کے تراجم میں تسامحات۔

vii۔ کلام غالب کی توقیت میں اغلاط۔

viii۔ پچاس سے زیادہ جگہوں پر رموز اوقاف، نقاط، کشش کی غلطیوں کی نشاندہی۔

ix۔ اضافتوں کے اندراج کی اغلاط۔

x۔ املا میں دو نمونے۔

درج بالا نکات کے علاوہ بھی ڈاکٹر تحسین فراقی نے بہت تفصیل سے 'نسخہ خواجہ' کی تدوین کے کمزور پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ڈاکٹر معین الرحمان نے فارسی تقریظ کا اردو میں ترجمہ کیا اُس ترجمے کے حوالے سے

ڈاکٹر تحسین فراقی رقمطراز ہیں:

''فارسی زبان سے ناواقفیت کے سبب مرتب نے غالب کے مختصر فارسی دیباچے اور نیر رخشاں کے تقریظ کی بازنوشت میں بھی کئی مقامات پر ٹھوکریں کھائی ہیں۔انھوں نے فارسی عبارتوں میں بعض ایسی جگہوں پر اضافتوں کا اہتمام کیا ہے جہاں وہ قطعی بے محل تھیں،اور جن کے نتیجے میں مفہوم ضبط ہو گیا ہے،اور بعض جگہ جہاں اضافت کا اہتمام ضروری تھا وہاں بعض الفاظ وتراکیب کو اس سے محروم رکھا ہے۔''(۱۱)

تمام مذکورہ بالا اعتراضات اور کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر اُردو تدوین اور خصوصاً شعری تدوین کی روایت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بالکل عیاں ہے کہ تدوین کا کوئی کام بھی اغلاط سے پاک نہیں ہے۔تمام بڑے مدوّن کے ہاں یہ کمزوریاں ملتی ہیں۔اس کی بہت سی وجوہات ہوسکتی ہیں ان میں سب سے بڑی وجہ شخصی میلان اور ذاتی پسند بھی ہوسکتا ہے۔ہمارے ہاں تحقیق کے فن میں بھی ذاتی میلان اور پسند کی وجہ سے مقالات اور دیگر تحقیقی کاموں میں حواشی، تعلیقات اور کتابیات کے مختلف طریقے رائج رہے ہیں۔ہر مدون اپنی طرف سے اپنے کام کو عمدہ طریقوں سے کرنے کی کوشش کرتا ہے۔مگر اس میں اغلاط کا رہ جانا یقینی اور فطری بات ہے۔البتہ اتنا ضرور ہے کہ اغلاط کے تناسب سے اس کام کے معیار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جہاں تک 'نسخۂ خواجہ' میں پائی جانے والی اغلاط کا تعلق ہے تو ڈاکٹر معین الرحمان نے نسخۂ خواجہ' کی اشاعت کے بعد ان اغلاط کی طرف توجہ دی اور اس نے نسخے کی دوسرے ایڈیشن (ڈی لکس ایڈیشن) کی اشاعت کے وقت بیشتر اغلاط کو یا تو درست کر دیا ہے یا انھیں اغلاط نہیں مانا اور ان کی وضاحت کر دی ہے یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے ڈاکٹر تحسین فراقی کی طرف سے نشان زدہ اغلاط کو درست کرتے ہوئے ان کا حوالہ نہیں دیا۔البتہ جہاں جہاں انہوں نے وضاحت پیش کی وہاں ڈاکٹر تحسین فراقی کا حوالہ ضرور دیا ہے۔'نسخہ خواجہ' کے منظر عام پر آنے سے قبل ہی اس کے بارے میں خصوصاً اس کی ملکیت کے حوالے سے چہ میگوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔جب یہ نسخہ شائع ہو کر سامنے آیا تو اس بحث کے حوالے سے دو طبقات سامنے آئے۔ایک طرف اس نسخے کی تدوین اور یوں منظر عام پر آنے پر خوب داد و تحسین دی گئی اور مدوّن کے کارنامے کو اردو تدوین کی روایت اور غالب شناسی کی روایت میں بہت اہم گردانا گیا۔ دوسری طرف اس نسخے کی ملکیت مدون کو اس نسخے کی دستیابی اور اس کی تدوین کے معیار و نقائص کے حوالے سے بہت سے سوالات اٹھائے گئے ہیں۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس ساری بحث میں تدوین کے معیارات پر بہت کم توجہ دی گئی۔سارا قضیہ اس نسخے کی دستیابی کے حوالے سے کھڑا کیا گیا۔بعدازاں یہ بحث مختلف ادبی حلقوں میں تنازعات کا باعث بھی بنی،حتیٰ کہ ڈاکٹر معین الرحمان کی وفات پر ان کے حامیاں نے ان کی موت کا ذمہ دار مخالف طبقے اور ان

کی طرف سے دی جانیوالی ذہنی اذیت کو قرار دیا اور بات مقدمات کے اندراج تک جا پہنچی۔

اُردو ادب کی روایت میں یہ اس طرح کا کوئی پہلا واقعہ تو نہیں ہے۔ کیونکہ معاصرین کی چشمک ہمیشہ سے موجود رہی ہے، مگر اپنی نوعیت کا یہ منفرد واقعہ ضرور ہے، نسخہ خواجہ کی حمایت اور مخالفت میں وقتاً فوقتاً مختلف مضامین اور کتب شائع ہوئیں جن کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔

۱۔ دیوان غالب نسخہ خواجہ اصل حقائق، ڈاکٹر تحسین فراقی، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، بار دوم ۲۰۰۱ء

۲۔ دیوان غالب نسخہ خواجہ تجزیہ و تحسین، مرتبین، ڈاکٹر سید معراج نیر، اصغر ندیم سیّد، الوقار پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء

۳۔ دیوان غالب نسخہ خواجہ، صحیح صورت حال، ڈاکٹر سید معین الرحمان 'الوقار پبلی کیشنز، لاہور، مئی ۲۰۰۰ء

۴۔ دیوان غالب نسخہ خواجہ یا نسخہ مسروقہ ایک جائزہ سید قدرت نقوی مکتبہ تخلیق ادب، کراچی اگست ۲۰۰۰ء

ان تمام تحریروں میں کچھ براہ راست 'نسخہ خواجہ' پر ہیں مگر بعض تحریریں 'نسخہ خواجہ' کے نام پر دراصل مدون اور ان کے مخالف طبقے کے شخصی 'اوصاف' پر لکھی گئی ہیں جو کسی طرح سے بھی قلم کی حرمت کی قدروں کے مطابق نہیں ہیں۔

اس ساری بحث کا مقصد صرف یہ تھا کہ پوری بحث کو ایک مضمون میں سمیٹا جائے۔ اس نسخہ کی تدوین کا سب سے اچھا پہلو یہ ہے کہ غالب کا نادر، دیوان عام قارئین تک پہنچ گیا اگرچہ ڈاکٹر معین الرحمان نے یہ نسخہ 'اورینٹل کالج' کو واپس کر کے بالواسطہ اس بات کا اعتراف بھی کر لیا کہ نسخہ مذکورہ اس ادارے کی ہی ملکیت تھا لہٰذا اب یہ بحث تو کسی حد تک اضافی ہو گئی ہے کہ یہ نسخہ چرایا گیا تھا یا نہیں اور اگر چرایا گیا تو کس نے چرایا! البتہ اس کی تدوین پر اعتراضات کی روشنی میں کوئی باذوق، شیفتۂ غالب اور مردِ میدان تدوین اس نسخے کی نئے سرے سے تدوین بھی سرانجام دے سکتا ہے مگر ضروری ہے کہ اس کے لیے دوبارہ تدوین کی ضروری وجوہات موجود ہوں۔

اس تمام بحث میں جہاں اور بہت سے مثبت پہلو سامنے آئے ہیں۔ وہاں ایک منفی پہلو یہ آیا کہ وہ لوگ جو مختلف اعلیٰ مناسب پر فائز ہوتے ہیں، خود کو ادب سے وابستہ ظاہر کرتے ہیں، مگر بعض اوقات ان کے قلم، زبان سے ایسی ناروا باتیں سامنے آتی ہیں۔ جن کو کسی طرح بھی ادب اور تہذیب کے اصولوں کے مطابق نہیں کہا جا سکتا۔ شخصی اعتراضات کو تصنیفی اعتراضات میں مدغم کرنے کی روایت شائستہ روایت نہیں ہے اس سے گریز کسی بھی انسان کے اعلیٰ ظرف ہونے کی علامت ہے۔

❁❁❁

حواشی

۱۔ عبدالرزاق قریشی، مبادیاتِ تحقیق، خان بک کمپنی لوئر مال لاہور، ص۲۷

۲۔ سیّد معین الرحمان، ڈاکٹر (مدوّن) دیوان غالب نسخۂ خواجہ، (ڈی لکس ایڈیشن) الوقار پبلی کیشنز لاہور، ص۱۱

۳۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، دیوان غالب نسخۂ خواجہ، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، باردوم، ص۷

۴۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، دیوان غالب نسخۂ خواجہ اصل حقائق، سورج پبلشنگ بیورو، لاہور، باردوم، ص۱۳

۵۔ سیّد معین الرحمان، ڈاکٹر، دیوان غالب نسخۂ خواجہ، صحیح صورت حال، الوقار پبلی کیشنز لاہور، ص۲۷

۶۔ ایضاً، ص۳۹

۷۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، مقتدرہ قومی زبان پاکستان اسلام آباد طبع سوم، ص۱۰۴

۸۔ ایضاً، ص۴۰۲

۹۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، دیوان غالب نسخۂ خواجہ اصل حقائق، ص۲۷

۱۰۔ سیّد معین الرحمان ڈاکٹر، (مدوّن) دیوان غالب نسخۂ خواجہ، ص۱۰

۱۱۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، دیوان غالب نسخۂ خواجہ اصل حقائق، ص۴۴

کتابیات

۱۔ سیّد معین الرحمان، ڈاکٹر، (مدوّن) دیوان غالب نسخہ خواجہ، (ڈی لکس ایڈیشن) لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء

۲۔ سیّد معین الرحمان، ڈاکٹر، (مدوّن) دیوان غالب نسخہ خواجہ، ۲۰۰۰ء

۳۔ گیان چند جین، ڈاکٹر، تحقیق کا فن (طبع سوم)، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۳ء

۴۔ عبدالرزاق قریشی، مبادیاتِ تحقیق، لاہور: خان بک کمپنی

۵۔ تحسین فراقی، ڈاکٹر، دیوان غالب نسخہ خواجہ اصل حقائق (باردوم)، لاہور: سورج پبلشنگ بیورو، ۲۰۰۱ء

۶۔ سیّد معراج نیر، ڈاکٹر، اصغر ندیم سیّد (مرتبین) دیوانِ غالب نسخہ خواجہ، صحیح صورتِ حال، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

۷۔ ڈاکٹر سیّد معین الرحمان، ڈاکٹر، دیوان غالب نسخہ خواجہ، صحیح صورت حال، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

۸۔ سیّد قدرت نقوی، دیوانِ غالب نسخہ خواجہ یا نسخہ مسروقہ - ایک جائزہ، کراچی: مکتبہ تخلیق ادب، اگست ۲۰۰۰ء